يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابتَغُوا اِلَيهِ الوَسِيلَةَ

شجرۂ طیبہ

اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء



خواجگان نقویہ نقشبندیہ مجددیہ امینیہ

آلومہار شریف

تحصیل ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَسَلَّمَ

شجرۂ طیبہ

حسب الارشاد

شیخ طریقت، خطیب العصر

حضرت صاحبزادہ **سیّد مرتضیٰ امین** دامت برکاتھم

زیب سجادہ آستانہ عالیہ آلومہار شریف

هدیه: 50 روپے

رابطہ خرید

صوفی محمد اقبال نقشبندی خادم آستانہ عالیہ

ہاؤس نمبر 5، صاحبزادہ پیر فیض الحسن روڈ (سابقہ ہملٹن روڈ)

صاحبزادہ پیر فیض الحسن ہاؤس، گوجرانوالہ۔ فون: 03361421985

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہؒ تاجدار آلو مہار شریف

جہان بزم خرد میں منتہائے جستجو تو ہے
خمستاں میں وہیں مقصود سوز آرزو تو ہے

نسیم صبح ہے نکہت بداماں، فیض سے تیرے
چمن افروز اے جان بہار رنگ و بو تو ہے

ضیا کون و مکاں میں، مہر عالم تاب ہے تیری
تجلی ریز، بزم زندگی میں چار سو تو ہے

جہان عشق کی آبادیاں تیرے ہی دم سے ہیں
نوا بلبل میں ہے تیری، رگِ گل میں لہو تو ہے

فروغ بزم امکاں ہے تیرے نور تجلی سے
اس آئینہ میں جلوہ ریز گویا ہو بہو تو ہے

تیری رنگینیاں قیدِ بیاں میں آ نہیں سکتیں
زبانِ گُل سے لیکن یہ سُنا ہے سرخرُو تو ہے

خرد کہتی رہی روپوش ہے تو لاکھ پردوں میں

مگر میری نظر میں جلوہ فرما چار سو تو ہے

ترے ہی فیض سے آباد ہے میخانہ ہستی

مئے خوش رنگ تو، پیر مغاں تو، اور سبو تو ہے

◆◆◆◆◆◆◆

نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحبؒ

فکروفن تیرے لیے حُسنِ بیاں تیرے لیے
اہتمامِ بزم ہے اے جانِ جاں تیرے لیے

مضطرب ہے گردش کون و مکاں تیرے لیے
گامزن ہے زندگی کا کارواں تیرے لیے

ہے مکاں تیرے لیے اور لا مکاں تیرے لیے
رونقِ بزم جہاں ایں و آں تیرے لیے

دم بخود ہیں یہ زمین و آسماں تیرے لیے
ہے بپا ہنگامۂ کون و مکاں تیرے لیے

اے دُرِ دُرجِ رسالت ﷺ گوہر نایاب حُسن
وقف ہے آغوشِ بحرِ بے کراں تیرے لیے

کاروان عشق کی تُو منزلِ مقصود ہے!
ہے یہ سارا ذوق و شوق رہرواں تیرے لیے

شوق نے تیرے اُٹھائے سب حجاباتِ قدم
کُھل گئے قدرت کے سب رازِ نہاں تیرے لیے

سُن کبھی اے جانِ خوبی قصۂ دردِ نہاں
ہے لکھی دل نے مرے یہ داستاں تیرے لیے

چشمِ نرگس مست ہے تیری مئے دیدار سے
قمریاں ہیں شوق سے رطب اللسان تیرے لیے

محفلِ ہستی کی جنسِ بیش قیمت ہے توئی
ہے سجائی زندگی نے یہ دُکاں تیرے لیے

کلکِ قدرت جھومتا ہے شوخیٔ تحریر پر
وجد میں ہے میرا قلب نکتہ داں تیرے لیے

اِک نگاہِ ناز ہم پہ شاہدِ کنجِ حرا
ہے سراپا شوق جانِ عاشقاں تیرے لیے

ہیں اُٹھائے فیض بے کس نے بھی اے جانِ جہاں
کیسے کیسے درد کے کوہِ گراں تیرے لیے

◆◆◆◆◆◆◆

عشق و مستی کا حُسیں دلکش نگر آلومہار

اے سرزمین اولیاء، اے خطۂ آلو مہار
شوکت خورشید تیرے ایک ذرے پر نثار

حضرت شیخ مجددؒ کی ولایت کا امیں
عشق و مستی کا حسیں دلکش نگر آلو مہار

جلوہ نور محمدؒ کا یہ سارا بانکپن
تاجِ فقرِ اولیاء اس آستانے کا غبار

ہادیٔ راہ ہدیٰ کی، پاک نظروں کے طفیل
ہوگیا اس آسماں کا ہر ستارہ نامدارؒ

اولیائے گلشنِ چننؒ شہی، تم پر سلام
ہے تمہارے فیض سے بزمِ طریقت میں بہار

جن کی آغوش ولایت ہے، امینؒ اہل دل
جس طرح پنہاں صدف میں گوہرِ صدآبدار

اولیاء اس سرزمین کے، گلشن آلِ رسول ﷺ

اے حسینؒ پاک تیری نکہتوں کا یہ نکھار

کشور پنجاب کا جھومر ، وطن کی آبرو

سید فیض الحسنؒ ، اہل نظر کا تاجدار

اپنے منگتوں کو نوازا آپ نے ہے کس قدر

ہے رضا ثاقب بھی، تیرے ادنیٰ منگتوں میں شمار

پیرزادہ محمد رضا ثاقب

•••••••

مفہوم بیعت حضرت علیؑ کے مطابق

ڈاکٹر محمد مدثر غفور نقشبندی (صدر شعبہ کامرس، پنجاب یونیورسٹی، گوجرانوالہ کیمپس) بیان کرتے ہیں کہ یہ ۱۹۹۷ء کا واقعہ ہے جب میں انٹرمیڈیٹ کے امتحانات دے کر فارغ ہوا تھا۔ اور اُس وقت تک میں مقام طریقت سے متعلق ناپختہ اور منفی سوچ رکھتا تھا۔ پھر ایک رات میں نے خواب میں خود کو مسجد نبوی کے باہر کھڑا ہوا پایا اور کیا دیکھتا ہوں کہ اندر سے پانچ بزرگ ہستیاں باہر تشریف لاتی ہیں۔ اُن میں درمیان والی ہستی حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی ہے۔ اُن کے دائیں جانب دو اصحابہ کرامؓ ہیں اور بائیں جانب خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحبؒ اور خلیفہ حاجی محمد غفور صاحبؒ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجھہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تم یہاں پیر و مرید کے تعلق اور مفہوم بیعت کو جاننے آئے ہو۔ میں نے عرض کی۔ جی ہاں، تو آپ خود اِرشاد فرماتے ہیں۔ مرشد اُس کو کہتے ہیں جو خود قران وسُنت پر چلتا ہو اور ایسا کرتے ہوئے وہ دوسروں کی رہنمائی کرتا ہو اور جس کی رہنمائی کرے اُسے مرید کہتے ہیں اور جب مرید اپنا ہاتھ (صدق دِل اور خلوص نیت سے) اِس مقصد کیلئے اپنے مرشد کے ہاتھ میں دیتا ہے تو اِس عمل کو بیعت کہتے ہیں۔

مدثر غفور نقشبندی صاحب کے مطابق الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن مرشد، مرید اور بیعت کے مفہوم جس انداز سے آپ علیہ السلام نے بیان فرمائے اُس میں کچھ شک نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

مشائخِ آلومہار شریف

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی روشنی اولیاء کرام کے نفوسِ قدسیہ کے ذریعے عام ہوئی۔ سلسلہ نقشبندیہ کے پہلے بزرگ جنہوں نے ہندوستان میں اس سلسلہ کی تعلیمات اور فیوض و برکات کو عام کیا وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ اس سلسلہ کی عظمت اور وسعت کی واضح علامت آپ کے مرید صادق امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ جن سے یہ سلسلہ شہرۂ آفاق ہوا اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں طریقت نقشبندیہ کی روشنی پھیل گئی جس نے مردہ دلوں کو زندہ اور تاریک دلوں کو روشن کر دیا۔ اِس سلسلہ کی روشنی پھیلی تو پنجاب میں ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ آلومہار شریف میں بھی ایک روحانی مرکز قائم ہوا جس سے ایک دنیا فیضیاب ہونے لگی۔

حضرت خواجہ محمد جیون شاہ رحمتہ اللہ علیہ

(المعروف شہہ شیر سوار)

اشراف سادات آلومہار شریف نیں پہلے بزرگ حضرت سید محمد جیون شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ جو حضرت امام علی نقیؑ کی اولاد سے تھے۔ آپ بنیادی طور پر فقہ جعفریہ پر کاربند تھے لیکن اصحابہ کرامؓ اور ازواج رسول ﷺ کی عزت وتکریم اور محبت اُن

کے دل میں انتہائی جاگزیں تھی۔ آپ کا خاندان خراسان میں حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز تھا۔ منشائے ایزدی کے مطابق اِس خاندان نے حکمرانی کو خیر باد کہہ کر درویشی کی زندگی اختیار کر لی۔ چنانچہ یہ خاندان خراسان سے ہجرت کر کے پہلے روہڑی، سندھ اور پھر آلو مہار شریف میں قیام پذیر ہوا۔ حضرت سید جیون شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک روایت کے مطابق حضرت امام علی الحق شہید سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں یاران کے ہمراہ بسلسلہ تبلیغ و جہاد یہاں تشریف لائے۔ اِس علاقہ میں علم وعرفان کی شمع روشن کی۔ ان کے متعلق یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ وہ شیر پر سواری کیا کرتے تھے اور سانپ کا چابک ہاتھ میں رکھا کرتے تھے اور اپنے دور میں ''شہہ شیر سوار'' کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کا مزار، دربارِ آلومہار کی مسجد کے بالمقابل پالکی نما ہے۔

خواجہ خواجگان شمسُ الہند

حضرت سید محمد چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ نوری دائم الحضوری

آلومہار شریف کا نام ابتدا میں جس شخصیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا وہ حضرت اعلیٰ خواجہ سید محمد چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ دنیائے روحانیت میں آپ کا وجود مسعود، آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن وظاہر ہے۔ آپ کا وجود اس علاقہ میں اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں ظہور پذیر ہوا۔ حضرت خواجہ سید محمد چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ ۱۱۹۹ ہجری میں آلومہار شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار خواجہ سید محمد

رمضان شاہ رحمتہ اللہ علیہ تھے جو خواجہ محمد جیون شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ بچپن میں ضروری دینی تعلیم کے حصول کے بعد اپنے برادرِ اکبر سید دیدار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پشاور پہنچے جو وہاں ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر مامور تھے۔ ان کی نگرانی میں ہی آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ مگر قدرت کو ان سے کوئی اور ہی کام لینا منظور تھا۔ اس لیے ملازمت میں آپکا دل نہ لگ سکا۔ فقراء وعلماء کی مجالس میں بڑے ذوق سے حاضری دیتے اور کسی مرشد کامل کی تلاش میں رہتے۔

آپ ایک دن جذب و مستی کے عالم میں جنگل میں گھوم رہے تھے کہ دریائے کابل کے کنارے ایک باکمال مست بزرگ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس بزرگ نے کہا سید چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ ادھر آپ اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ فوراً اپنے وطن واپس لوٹ جائیں وہاں ہی آپ کو دلی مراد حاصل ہوگی چنانچہ آپ واپس آلومہار شریف آ گئے اور پیر کامل کی جستجو برقرار رہی۔

انہی دنوں حضرت قطب العالم ہادی نامدار رحمتہ اللہ علیہ نتھیال شریف (اٹک) سے بغرض تبلیغ و ہدایت شہر سیالکوٹ میں تشریف فرما ہوئے۔ خواجہ ہادی نامدار نتھیالوی رحمتہ اللہ علیہ ایک اعوان پٹھان فقیر کامل اور صوفی باصفا تھے۔ آپ خواجہ جہاں شیخ المشائخ حضرت باواجی خواجہ نور محمد چوراہی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اول تھے۔ خواجہ نور محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ حسب نسب 35 واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے اور تین یا چار واسطوں سے آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد پاک ہیں۔ خواجہ ہادی نامدار نتھیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی ولایت و بزرگی کا شہرہ سن کر حضرت سید چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ زیارت کی نیت سے حاضر ہوئے اور راستے ہی میں

دل میں یہ عہد کر لیا کہ اگر یہ بزرگ سید، شیعہ اور عالم ہوئے تو ان کے سلسلہ بیعت میں شامل ہو جاؤں گا۔ جب آپ ہادی نامدار رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو باادب رہتے ہوئے پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے اور دل میں درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ خواجہ ہادی نامدار رحمتہ اللہ علیہ نے منہ پھیرے بغیر فرمایا کچھ لوگ آتے ہیں اور پیچھے بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے شاہ جی آگے آ جاؤ۔

حضرت سید چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی کرامت سے متاثر ہو کر حلقہ بیعت میں شامل کرنے کا سوال پیش کر دیا تو ہادی نامدار رحمتہ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، شاہ جی! میں نہ تو سید ہوں نہ شیعہ ہوں اور نہ عالم ہوں۔ میں تو اعوان پٹھان فقیر ہوں۔ حضرت سید چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دل کا حال جب ان کی زبان پر سنا تو عرض کیا حضرت آپ ہی سیدگر (یعنی سید کی تربیت کرنے والے) اور باقی سب کچھ بھی آپ ہی ہیں۔ اور یہ شعر سنایا ہے۔

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

چنانچہ آپ شرفِ ذات سے بہرہ ور ہوئے اور ہادی نامدارؒ کی باطنی روحانی توجہات سے بہت جلد حقیقت و معرفت کے مقام اعلیٰ پر فائز المرام ہو گئے۔ آپ کی زندگی اتباعِ سنت، پیروی شریعت اور زہد و دیانت سے عبارت تھی۔ آپ ہمیشہ کم خوردن پر عامل رہے اور قوت لایموت پر اکتفا کیا۔ خلوت پسندی معمول تھا۔ مراقبہ میں استغراق کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ اکثر کھیتوں میں چھپ کر مراقبہ کرتے سردیوں کی شدت میں

بھی آپ ساری رات کھیتوں میں مراقب رہتے حتی کہ اوڑھنے کی چادر پر کہر جم جاتی لیکن آپ کی یکسوئی اور حضوری میں ذرہ برابر فرق نہ آتا۔ دن کی روشنی میں جب آپ مراقبہ فرماتے تو آپ کے جسم کا سایہ تک غائب ہو جاتا۔ اسی بنا پر آپ صوفیاء میں نوری دائم الحضوری کے طور پر معروف رہے۔

آپ نے اپنے وصال سے قبل اپنے نور نظر حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بلوا کر سینے سے لگایا اور تمام خاندانی فیوض و برکات سے مالا مال کر دیا۔ آپ نے نماز عشاء پڑھتے ہوئے آخری سجدے میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا وصال ۱۸۹۰ عیسوی میں ہوا۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

(المعروف حضرت ثانی)

حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب سید محمد امین شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت اعلیٰ شمس الہند خواجہ سید محمد چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ آپ تقریباً ۱۲۴۶ ہجری میں آلومہار میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۸ ہجری میں جانشین مقرر ہوئے۔ مبداء فیاض سے طبع حلیم اور قلب سلیم لے کر آئے تھے۔ طبیعت میں جمال کا پہلو غالب تھا۔ انسان دوستی، بندہ پروری، مہمان نوازی ان کا شعار تھا۔ خورد و نوش اور طعام و لباس میں آپ کی روش سنت نبوی ﷺ کے مطابق سادگی پر مبنی تھی۔ سنت و شریعت کے معاملات اور طریقت کے معمولات میں آپ قدم راسخ رکھتے تھے۔ رخصت کی بجائے

عزیمت اور کرامت کی بجائے استقامت کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر میں ایک شخص مسلسل تین ماہ آپ کے ساتھ رہا اور جاتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے آپ کے ہاں کشف وکرامات کا اثر نہیں دیکھا۔ صرف مولویت دیکھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے سفر وحضر میں اور مرض وصحت میں مجھے دین وفرائض اور طریقت کے معمولات میں کوتاہی یا غفلت کرتے دیکھا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا دین پر استقامت نصیب ہو جائے تو یہ ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ لیکن دوسری جانب بچپن ہی سے عالم جذب میں آپ سے کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہا۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ اپنی والدہ کا دودھ آپ نے اُس وقت تک نہ پیا جب تک کہ اپنے والد اور پیر بزرگوار حضرت چنن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک چوس کر فیض حاصل نہ کر لیا۔ آپ کی عمر جب تقریباً ۶ سال کی تھی تو آپ نے اپنی والدہ سے ضد کی کہ موضع جاکے چیمہ میں بیساکھی کا میلہ لگتا ہے اور میں نے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں جانا ہے۔ آپکی والدہ نے اکلوتے بیٹے ہونے کی وجہ سے اجازت نہ دی کہ کہیں آپ گھوڑے سے گر نہ جائیں۔ جب بار بار ضد کرنے پر بھی آپکی والدہ نے آپکو اجازت نہ دی تو آپ وہیں ایک مقامی کچی دیوار پر بیٹھ گئے اور اُسے گھوڑ سوار کی مانند ایڑھی ماری تو وہ دیوار دوڑنے لگ گئی اور جاکے چیمہ کے بیساکھی کے میلے میں پہنچ گئی۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہاں کے کئی سکھ مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے اور جو اسلام میں داخل نہ ہوئے اُنھوں نے آپ کو اپنا ''گرو'' تسلیم کر لیا۔ آپکی فقرو درویشی اسقدر بلند تھی کہ پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پورے تین سال متواتر عشاء کی

نماز علی پور سے پڑھ کر نکلتے اور تہجد خواجہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ آلو مہار میں ادا کرتے۔ آپ استغناء اور توکّل کے مقام پر فائز تھے۔ تھے۔ کسی چیز کے ملنے کی خوشی اور نہ ملنے کا غم دل سے نکل چکا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی کا یقین آپ کی ہر ادا سے ٹپکتا تھا۔ آپ کے ایک بہت بڑے عقیدت مند ڈپٹی فیض الحسن بندوبست افسر سیالکوٹ نے لنگر کے وسیع اخراجات کے لیے لنگر کے نام پر کچھ رقبہ لکھ دینے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا ڈپٹی صاحب کتنا رقبہ فقیر کے لنگر کے نام الاٹ کرو گے؟ اُنھوں نے کہا سات، آٹھ مربع اپنے ذاتی اختیار سے کر سکتا ہوں۔ اس پر حضرت قبلہ ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ڈپٹی صاحب آپ مجھے محدود رقبہ دینا چاہتے ہیں مگر میرے مولا نے تو مجھے غیر محدود رقبہ دیا ہوا ہے فقیر کو آپکے رقبہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ آپ کے مرید کا بیٹا بیمار ہو گیا ہر علاج بے سود رہا اور وہ انتقال کر گیا۔ اس کا باپ صدمہ کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا آپ کے دل میں ترس آ گیا اور دیر تک اس مردہ بچے کے پاس مراقب رہے پھر پانی دم کر کے چھڑکا تو وہ حکم الٰہی سے زندہ ہو گیا۔

آپ ۸۴ برس کی عمر میں ۱۳۳۱ ہجری، ۱۹۱۳ عیسوی نمازِ فجر کے فرض ادا کرتے ہوئے آخری سجدہ میں واصل باللہ ہوئے۔

زبدۃ السالکین والعارفین حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ (حضرت ثالث)

حضرت خواجہ پیر محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ تقریباً ۱۲۸۵ ہجری میں آلو مہار میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے سچے جانشین اور مرید صادق ثابت ہوئے۔ آپ انتہائی نفاست پسند، خوش پوش اور حسن و جمال کا پیکر تھے۔ بے حد مہمان نواز اور فیاض تھے۔ خوش خصال بھی تھے اور صاحب جلال بھی۔ انگریز کے دور میں مجسٹریٹ درجہ اول تھے اور آلو مہار شریف میں ہی عدالت لگاتے تھے۔ قدرت نے آپ سے روحانی کام لینا تھا۔ اس لیے یہ مرتبہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ تحریک خلافت شروع ہوئی تو آپ انگریز کے اس اعزاز کو واپس کر کے تحریک خلافت میں شامل ہو گئے اور نمایاں حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آخر کار روحانی پہلو زیادہ غالب ہوا اور مریدین کی باطنی تربیت کی طرف خاص توجہ فرمانے لگے۔ وعظ و تلقین سے بھی کام لیتے، خطبہ جمعہ بڑے اہتمام سے ارشاد فرماتے۔ آپ نے بے شمار مقامات پر بد عقیدہ ملاؤں سے مناظرے بھی کئے اور عقیدہ کی پاسبانی فرماتے رہے۔ آپ کے وعظ میں دلائل کی قوت، مسائل کی وسعت اور جلال کا اثر نمایاں ہوتا۔ آپ کے ہاتھ ریشم کی مانند نرم تھے اور آپکے پسینے میں خوشبو تھی۔ ایک مرتبہ آپ لاہور یکی دروازے اپنے داماد عنائت شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کے لئے بگھی پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ راوی کے کنارے سے گزرے تو بابا بلھے شاہؒ وہاں پر تشریف فرما تھے۔ وہ صرف نمک اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ لیکن جب خواجہ محمد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جمال و

جلال کو دیکھا تو بے اختیار پکار اُٹھے۔ آج سید کو دیکھا آج بلھے کی غذا پوری ہوئی۔ شفا بخشی، فیاضی اور غریب نوازی آپ کی خصوصی صفات تھیں۔ کشف و کرامات کا سلسلہ خاصہ وسیع تھا مگر آپ کی ذات میں تبلیغ اسلام کا پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ آپ اپنے اُس مرید سے مصافحہ تک نہیں فرماتے تھے جو بے نمازی ہوتا۔ فرماتے تو اللہ کا نہ ہوسکا تو میرا کس طرح ہوسکتا ہے۔ نقشبندی معمول کے مطابق سفر در وطن کی خاص رغبت تھی۔ تلاوتِ قرآن، دلائل الخیرات اور حزب البحر آپ کے خصوصی وظائف تھے۔ ذکر خفی بطریق پاس انفاس آپ کا خصوصی معمول تھا جس سے سلسلہ کو خوب رونق اور برکت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۶۲ برس کی عمر میں ۱۱ جمادی الاوّل ۱۳۵۱ء کو بروز سوموار وصال فرمایا۔

ابوالکلام، خطیب الاسلام خواجہ و صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے لختِ جگر صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسی برگزیدہ اور پاک ہستی تھیں۔ جن کا ظہور اس عالم کے لیے بابرکت قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ کی ہستی اُس معیار کی حامل قرار دی جاسکتی ہے کہ جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اُسے دیکھ کر عظمت اپنے معیار کا پیمانہ بناتی ہے۔ بقول علامہ ڈاکٹر طاہر القادری.

"حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہؒ کا شمار بلاشبہ ایسی عقبری اور نادر روزگار شخصیتوں میں ہوتا ہے جو اپنی نگاہِ کرامت اثر کے فیضان اور فکر آفرین تعلیمات کے اثر سے گمراہی و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں شمع ہدایت روشن کیے رکھتی ہیں۔ جن کا علم متلاشیانِ حق کے لیے

کے لیے منبع اخلاص اور جن کی اہلیت رہ نوردانِ حقیقت کے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح آپؒ کا شمار بجا طور پر ان مردان باطل شکن کی صف میں ہوتا ہے جنکی للکار باطل کے لیے ہلاکت، جنکی گرج طاغوتی طاقتوں کے لیے تازیانہ اور جنکی ہیبت شیطانی ذریت کے لیے موت کے پیغام کا درجہ رکھتی ہے۔،، صاحبزادہ صاحبؒ کی شخصیت جامع کمالات تھی۔ آپ کی وجاہت علمی، اصابت فکر، مومنانہ بصیرت اور سحر آفرین مقررانہ صلاحیتوں کے غیر بھی معترف تھے۔ ان تمام تر شخصی محاسن اور جلالت علمی کے ساتھ ساتھ آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ایک عظیم خانوادہ تصوف کا چشم و چراغ ہونے کی حیثیت سے آپ صوفیانہ نکات اور عملی تصوف کے رموز اِس حسنِ اسلوب کے ساتھ بیان کرتے تھے کہ سامع پر کیف و مستی کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صاحبزادہ صاحبؒ سامعین کو معرفت کے جام پلاتے ہوئے واردات تصوف کی بیکراں وادیوں میں لیے پھرتے ہیں"۔

صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو چونکہ قدرتِ خداوندی نے

دینی خدمات کے فروغ کے لیے چنا تھا۔ لہٰذا انہیں ایک ایسے گھرانے میں جنم دیا جو دینی علم و فضل میں پنجاب بھر میں یکتا تھا۔ آپ ۱۹۱۱ عیسوی میں آلو مہار شریف میں پیدا ہوئے۔ مشرق کا یہ روشن و تابندہ آفتاب اِس شان سے نمودار ہوا کہ اُس کے سر پر اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی کرنے والے روشن اور اَبدی اُصولوں سے چمکتا دمکتا تاج تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی سے حاصل کی۔ دنیاوی تعلیم کے لیے مَرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ تمام نوجوانوں کی نسبت آپ طبعاً شریف النفس تھے۔ پُرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ اپنی پُر اثر ولولہ انگیز خطابت اور خداداد صلاحیتوں کے باعث پورے کالج میں مقبول ہو گئے۔

اپنے والد گرامی خواجہ سید محمد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ۱۹۳۴ عیسوی میں آپکو آلو مہار شریف کا سجادہ نشین چن لیا گیا۔ آپ کے والد ماجد ہی آپ کے مرشد طریقت تھے۔ خانقاہ سے نکل کر میدان عمل میں کودے تو تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے ہیرو بن گئے جہاں آزادی کی طلب دیکھی وہیں دستِ تعاون بڑھا دیا۔ کبھی خلافت تو کبھی احرار سے رابطہ بڑھایا۔ جب مرزائیوں کو انگریزی استعمار کا ایجنٹ اور اجرائے نبوت کا دعویدار دیکھا تو تن من دھن سے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ ابتداء میں تحریک فلسطین، فوجی بھرتی کی مخالفت اور پھر تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں ساڑھے تین سال قید و بند کی صعوبتیں بھی اُٹھانا پڑیں۔ دریائی پانی اور کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا مجاہدین نے حصولِ کشمیر کے لیے اعلانِ جہاد کیا تو آپ نے گوجرانوالہ میں دفتر مجاہدین کشمیر کھولا اور

ہزاروں مجاہدین کو میدان جنگ میں بھیجا جن کے لیے اسلحہ اور دیگر ضروریات کی کفالت ادارہ مجاہدین نے ہی کی۔ آپ نے مسجد شہید گنج بخش، تحریک شدھی اور راجپال کے خلاف تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور پھر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

تحریکِ ختم نبوت میں آپ کی بے مثال جدوجہد پوری اسلامی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔ روزنامہ امروز کے چیف ایڈیٹر نے ۲۵ فروری ۱۹۸۴ کے شمارے میں یہ اعتراف کیا کہ ''صاحبزادہ صاحبؒ کی علمی دینی اور ملی خدمات کا اعتراف ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کیا، ۱۹۳۵ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ان کی تقریر سے ہوا۔''

۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ کی آپ نے صدارت فرماتے ہوئے فرمایا "انگریز تو ہمارے ملک سے نکل جاؤ" اور منکرِ رسالت کو جہنم رسید کرنے کا فتویٰ جاری کیا جس کی بنا پر آپ کو برطانوی حکومت نے گرفتار کر لیا اور گورداسپور جیل میں آپ کو قید کیا گیا۔ قید و بند کے دوران آپ کا معمول تھا کہ عشق نبی ﷺ میں مست رہتے ہوئے نعتیں لکھا کرتے تھے۔ تحریک ختم نبوت کا باقاعدہ آغاز قیام پاکستان کے بعد دوبارہ آپ نے کیا۔ اس کا انکشاف ۱۴ فروری ۱۹۵۳ کو انٹیلی جنس بیورو گورنمنٹ آف پاکستان کراچی نے سی۔ ڈی۔ آئی پنجاب کو ایک مراسلہ میں کیا۔ جس نے یہ رپورٹ ہائی کورٹ کے جج جسٹس منیر کو بھیجی جس میں کہا گیا تھا: " تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں سول نافرمانی کے لیے پنجاب میں جو شخص سب سے پہلے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرے گا وہ صاحبزادہ فیض الحسنؒ ہوں گے۔ اُن کے ہمراہ تقریباً ۳۰۰۰۰ مریدین بھی

خود کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے"۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء کو جب آپ نے تحریک ختم نبوت کا آغاز کیا تو ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء کو اخبار الفضل میں مرزا شبیر جو مرزا غلام بشیر قادیانی کا بیٹا تھا۔ اُس نے قادیان میں آپ کو دعوت مباہلہ دی۔ اُس زمانے میں قادیان دشمنانِ اسلام کا گڑھ تھا اور وہاں جانا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

بعض ابن الوقت نام نہاد ختم نبوت کے ٹھیکیدار علماء جو آج اپنے ختم نبوت میں کردار کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اُنھوں نے قادیان جانے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ وہاں جانا خودکشی ہے۔ اُس وقت صاحبزادہ فیض الحسنؒ نے اُنھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" آپ سب چوڑیاں پہن لیں۔ فیض الحسن تنہا ہی وہاں جائے گا اور ایک نئی کربلا بپا کر دے گا"۔

آپ تمام تر خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قادیان چل پڑے۔ بعد ازاں بعض ساتھی آپ کے ہمراہ ہو گئے جن میں مولانا مظہر علی، مولانا محمد حیات، ماسٹر سراج الدین انصاری اور حاجی عبدالرحمٰن تھے۔ مگر افسوس جماعتِ اہلسنت میں نبوت کے نام پر آج مناظروں کے قصے سنانے والوں میں کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہ تھا۔ بہر کیف قادیان پہنچنے پر ہزاروں لوگوں نے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے خود نمازِ جمعہ پڑھائی اور آپ کے ہمراہ جانے والے مولانا مظہر علی اظہر نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ قادیانیوں کا خیال تھا کہ چونکہ اس وقت انگریز حکومت، ہندو اور سکھ مسلمانوں کی نسبت اُنہیں زیادہ اچھا سمجھتے ہیں اور ہماری حمایت کرتے ہیں لہٰذا مسلمان کسی صورت قادیان آنے کی ہمت نہ کریں گے۔ لیکن اُنکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب صاحبزادہ صاحبؒ قادیان بنفسِ نفیس

پہنچ گئے۔ آپ نے مرزا شبیر کے مکان کی چھت کو سٹیج بنا لیا اور مرزا شبیر قادیانی یہ معاملہ دیکھ کر خوف سے اپنے ہی گھر سے بھاگ کھڑا ہوا جس پر آپ کو پھر قید و بند کی صعوبتیں اُٹھانا پڑیں۔

۱۹۵۰ء کے انتخابات میں جب آپ کی انتھک کوششوں سے قادیانی کسی سیٹ پر بھی کامیاب نہ ہو سکے تو آپ نے یوم تشکر منایا۔ اس موقع پر آپ نے اپنی تقریر میں حکومت سے مطالبہ کر دیا کہ:

"احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر ملک میں اقلیت کا درجہ دیا جائے"۔

گویا صاحبزادہ فیض الحسنؒ پہلے مسلمان قرار دیئے جاسکتے ہیں جنہوں نے قادیانیوں کو اقلیت اور غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ حکومت پاکستان نے ملک میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی جس کی پناہ میں قادیانی، دین اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھے۔ ایسے میں صاحبزادہ صاحبؒ ایک بار پھر حرکت میں آئے اور تمام ضابطے قانون نظر انداز کرتے ہوئے ۲۰ جون ۱۹۵۲ء کو شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت کی۔ جس میں ظفر اللہ قادیانی کو ہٹانے اور مرزائیت کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ شدت سے دُہرایا۔ یہ جلسہ چونکہ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی میں منعقد ہوا تھا اسی لیے شاہ صاحبؒ کو گرفتار کر کے سکھر جیل میں پھر قید کر دیا گیا۔ آپ کی اِن تمام دینی، فکری و ملکی خدمات کے معترف ہو کر مکتبہ اہلحدیث کے علامہ احسان الٰہی ظہیر نے جامعہ اسلامیہ اہل حدیث چاہ شاہاں گوجرانوالہ میں غالباً ۱۹۶۶ء میں صاحبزادہ صاحبؒ کی

موجودگی میں بیان کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحبؒ کے لیے یہ تاریخی جملہ کہا کہ:

"میرے مسلک میں ہاتھ چومنا جائز نہیں
لیکن اگر جائز ہوتا تو میں صاحبزادہ فیض الحسنؒ کے
قدم چومتا"۔

تحریکِ ختم نبوت کے حوالے سے جمعیت علمائے پاکستان آپ کی شمولیت سے قبل تقریباً غیر فعال تھی اور مجلس احرار ہی ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر فعال نظر آرہی تھی۔ آپ نے علمائے اہلسنت کو اس تحریک میں فعال کرنے کے لیے انتہائی شعوری پختگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجلس احرار کو چھوڑ کر جمعیت علمائے پاکستان سے وابستگی اختیار کرلی۔ دس سال تک جمعیت علمائے پاکستان کی صوبائی اور مرکزی صدارت فرمائی۔ جمعیت المشائخ کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے بھی کام کیا اور اہلسنت کو تحریک ختم نبوت میں فعال کیا اور یوں جمعیت میں آپکی صدارت کے دوران آپ کی انتھک کوششوں سے ۱۹۷۳ء میں حکومت نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد آپ نے ٹوبہ کانفرنس میں جمعیت کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ آپ کے پیشرو آپ کے بعد جماعت کو متحد نہ رکھ سکے اور اُن کے ذاتی مفادات کی جنگ نے جمعیت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا جس کا خمیازہ آج تک اہلسنت و جماعت بھگت رہی ہے۔

صاحبزادہ صاحبؒ نے تقریباً ساڑھے سات سال جیل کی صعوبتیں فقط دین کی خدمت کے لیے برداشت کیں۔

حیدرؒ کے فرزند کی یہ دینی کی خدمات حضور اکرم ﷺ کو اس قدر محبوب لگیں کہ بطور انعام خدا اور کرمِ مصطفیٰ اپنے واحد حجِ بیت اللہ کے دوران آپ کو غسل کعبہ کا موقع ملا اور حضور ﷺ کے روضہ کی جالیوں کے اندر آپکو قبر انور پر ایک گھنٹہ حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ علاوہ ازیں آپکی ان تمام عظیم اور ناقابل فراموش مساعی کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو ''تمغہ پاکستان'' کے اعزاز سے سرفراز کیا۔

حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ حمتہ اللہ علیہ ایک ولی کامل تھے۔ قرآن وسنّت پر عمل کرنا ہی آپ کا مقصود حیات تھا۔ آپ کا شمار ایسے اولیا میں ہوتا ہے جو فنافی اللہ کے مقام پر فائز ہوئے ہیں آپ صاحب کرامت ولی تھے اور اپنے باطنی معاملات ظاہر کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ آپ ایسے صوفی تھے جنہیں صرف حضور ﷺ کے احکامات پر ہی کاربند رہنے کی چاہ تھی۔ آپ نے ہر حال میں صبر کا دامن تھامے رکھا کبھی خدا سے شکوہ نہ کیا۔ دوران قید و بند آپ کو برف پر لٹا کر کوڑے مارے جاتے تھے حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ کی گردن پر گرم تارکول ڈالی گئی جس سے آپ کی جلد جل گئی۔ مگر آپ نے اپنے نبی ﷺ کی غلامی میں سب صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ ہر حال میں اُس کی بندگی اور بزرگی کا اقرار کیا اور آزمائشوں کو ہنسی خوشی برداشت کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ "مجھے سات ولیوں کی گود میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اب نہ وہ سات ولی آئیں گے اور نہ نیا فیض الحسنؒ پیدا ہونا ہے"۔

آپ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے بے انتہا عقیدت و احترام تھا۔ ایک مذہبی تقریب میں شجرہ شریف پڑھا جا رہا تھا کہ پڑھنے والے نے نادانستگی میں حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کا نام نہ لیا۔ آپ کے چہرے پر غصے اور جلال کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ نے کسی قدر سختی اور ناراضگی سے کہا "دوبارہ پڑھو"۔ اُس شخص نے پھر پڑھا اب کی بار امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کا نام شامل تھا جسے سن کر آپ آبدیدہ ہو گئے۔ روتے جاتے اور فرماتے جاتے یہی مصرعہ پڑھو۔ یہی مصرعہ پڑھو۔ یوں تقریباً نو دفعہ حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا ورد کروایا۔ جب آخری مرتبہ اُن کا نام لیا گیا تو آپ بھیگی پلکوں سے کھڑے ہو گئے دوسرے حاضرین بھی اُن کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کافی دیر تک آہوں اور سسکیوں کی فضا طاری رہی۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے بہت اُنس تھا۔ آپ اکثر اُن کے ہاں تشریف لے جاتے اور گھنٹوں اُن کے کلام اور مسلمانوں کی حالتِ زار پر تبادلہ خیال کرتے رہتے۔

ملک اللہ بخش مرحوم راوی ہیں کہ ہماری تحصیل شکرگڑھ میں آپ کے بہت مرید ہیں۔ صاحبزادہ صاحبؒ اکثر تحصیل شکرگڑھ کے دورے پر آیا کرتے تھے۔ اُن دِنوں پختہ سڑکیں نہیں تھیں اس لیے آپ اکثر ریل گاڑی سے سفر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ

شکرگڑھ میں شدید بارش ہوئی زبردست ژالہ باری کی وجہ سے کھڑی فصلیں تباہ ہوگئیں۔ اتفاق سے اُنہی دنوں آپ شکرگڑھ کا دورہ کر رہے تھے۔ ریل سے اُترنے کے بعد آپ گھوڑی پر سوار ہوئے راستے میں شکرگڑھ کے نواح سے آئے ہوئے ہزاروں لوگ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی کہ ہماری فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ اناج کا دانہ تک ہمارے پاس نہیں مویشیوں کا چارہ ختم ہو چکا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ یہ مشکلات ختم ہوں۔ صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اُن سب کے ساتھ مل کر دُعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور خدا کی قدرت چند ہفتوں بعد ہی تباہ شدہ فصل ازسرنو تیار ہوگئی اور ایسی بھرپور فصل آج تک تیار نہ ہوئی تھی۔ مویشیوں کے لیے وافر مقدار میں چارہ بھی حاصل ہوا، آپؒ کی یہ عظیم کرامت تھی۔ چند ہفتوں میں سرسبز فصل تیار ہونا ایک عظیم کرامت ہی شمار کی جاسکتی ہے۔

جناب حافظ محمد شبیر جماعتی رحمتہ اللہ علیہ گوجرانوالوی بیان کرتے ہیں:

"دارالسلام میں کل پاکستان سنی کانفرنس ہو رہی تھی صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی اس میں شامل تھے۔ ایک درویش بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضرتؒ رات مجھ پر بہت کرم ہوا۔ میں نے خواب میں آنحضور ﷺ کو بنفسِ نفیس دیکھا اور میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسا وظیفہ عنائت فرمائیں کہ جس سے دین و دُنیا میں سُرخرو ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے

فرمایا "دارالسلام میں سنی کانفرنس ہو رہی ہے وہاں آلو مہار شریف
کے سجادہ نشین صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں گے
تم اُن سے دریافت کر لینا"۔ یہ سن کر صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
پر رقت طاری ہو گئی اور اُن کی آنکھیں فرطِ عقیدت و مسرت سے بھر
آئیں پھر ذرا حالت سنبھلی تو اُس بزرگ کو ایک وظیفہ پڑھنے اور نیک
اعمال کرنے کی تلقین فرمائی۔

اس قسم کی بہت سی بشارتیں اور کرامتیں آپ سے منسوب ہیں لیکن آپ صرف
خدائے واحد کی خوشنودی کے لیے شب و روز عبادت کو ہی اپنا شیوہ اور دین پر استقامت
کو ہی اصل کرامت قرار دیتے تھے۔ صاحبزادہ صاحبؒ کو پروردگار کائنات نے جہاں
بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا وہی آپ نے ہومیو پیتھی طریق علاج کو انسانیت کی بہترین
خدمت کا اعلیٰ ذریعہ بنایا اور آپ مسلسل پینتالیس سال تک اس شعبہ سے منسلک
رہے۔ آپ نے علاج معالجہ میں اپنی کامیابیوں کو پروردگارِ عالم کا انعام سمجھا۔ آپ کی
تجویز کردہ دوا کی ایک خوراک سے ہی مریض کی حالت بہتر ہو جاتی۔ آپ کئی سال تک
ہومیو پیتھی ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ آپ نے اس علم کو عام کرنے کے لیے حکومت
سے اپنی ذاتی و انفرادی کوششوں کی بدولت ۱۹۸۳ء میں ہومیو پیتھک میڈیکل کالج
گوجرانوالہ کی منظوری کروائی اور آپ ہی کی سرپرستی میں اس ادارہ میں کلاسوں کا

اجراء ہوا۔

الغرض آپ کی دینی و ملی خدمات اہل حق کے لیے رشد و ہدایت کا وہ روشن
مینار ہیں جن سے رہِ نوردانِ حق و استقامت مومنانہ بصیرت کی خیرات حاصل کرتے رہیں
گے۔

۲۳ فروری ۱۹۸۴ء (بمطابق ۱۴۰۵ ہجری) کو دن ساڑھے گیارہ بجے آپ
کو گھبراہٹ کا احساس ہوا۔ اہل خاندان پاس تھے آپ نے نقشبندی سلسلہ طریقت کے
معمولات کو دہرایا۔ معاً آپ کے چہرے کی دلکشی و دلآویزی میں اضافہ ہونے لگا۔ پلنگ
پر لیٹ کر اپنے صاحبزادے سید خالد حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے
فرمایا۔ "روشنی آ رہی ہے پردے ہٹا دو"۔
اور پھر خوابِ غفلت میں مدہوش انسانوں کو جگانے والی آواز ظاہراً ہمیشہ کے لیے خاموش
ہو گئی۔

پیر چن حضرت خواجہ و صاحبزادہ سید خالد حسن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ پیر سید خالد حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف چن پیرؒ ۶ اگست
۱۹۳۴ء بمطابق ۱۳۵۳ ہجری کو جلال پور شریف اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت
خطیب الاسلامؒ کے سب سے بڑے اور چہیتے صاحبزادے تھے۔ آپؒ کے نانا جان حضرت
سید مظہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو زیب سجادہ جلال پور شریف تھے۔ یہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کا
نامور آستانہ ہے۔ اسی بناء پر حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس لاڈلے بیٹے کے

بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے اس فرزند کو دو طرف سے فیض ملا ہے۔ ددھیال کی طرف سے نقشبندیہ اور ننھیال کی طرف سے چشتیہ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شہر گوجرانوالہ سے حاصل کی۔ میٹرک کے بعد اسلامیہ کالج گوجرانوالہ سے ایف اے اور پھر مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ تعلیم نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اسلامیہ کالج میں آپ کی صلاحیتیں اس وقت ظاہر ہوئیں جب آپ کو سٹوڈنٹ یونین کا جنرل سیکٹری چنا گیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا تو آپ نے بحیثیت جنرل سیکٹری طلباء میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو اُبھارا اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان جلوسوں پر شدید لاٹھی چارج ہوا لیکن آپؒ کی قیادت میں عشق رسالت ﷺ سے سرشار طلباء کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ بالآخر آپ کو گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے اہل بصیرت پر واضح ہو گیا کہ حضرت سید خالد حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی طرح انقلابی فکر کے حامل ہیں اور تحفظ عقیدہ کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے کو بھی تیار ہیں۔

آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خطیب الاسلامؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ دینی و روحانی اُمور پر وہی آپ کے مربی تھے۔ آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ اپنے والد کے ہمراہ روحانی و سیاسی دوروں میں گزرا۔ آپ کو بار بار خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنا قائم مقام بنا کر روحانی و تبلیغی دوروں پر بھیجتے رہے۔ جب حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہسپتال میں داخل تھے تو منگل اور بدھ کو آپ دربار رکن الدینؒ (متصل کلاں قبرستان)

میں جہاں بطور ہومیو پیتھک طبیب بیٹھتے تھے وہاں صاحبزادہ سید خالد حسنؒ کو ہی اس دوران بھیجتے۔

ایک پُر لطف واقعہ یوں بھی پیش آیا کہ حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ صحت یاب ہو کر دوبارہ وہاں تشریف فرما ہوئے تو ایک بی بی آئی۔ آپ نے اُسے دوا لکھ کر دی تو اس نے اصرار کیا حضورؒ! جو آپ کے بیٹے نے دوا لکھی تھی مجھے تو وہی چاہیے۔ اس موقع پر خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میرے بیٹے کے ہاتھ میں مجھ سے زیادہ شفا ہے"۔

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کے روحانی سطوتوں کے امین ٹھہرے۔ آپ کی دستار بندی کے بعد جب آپ کو دعوت خطاب دی گئی تو آپ کے چند ہی منٹ کے خطاب کو سن کر مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ پکار اُٹھے۔

"ان میں تو اپنے آباؤاجداد کے فیضان کا بھرپور اثر موجود ہے"

ماہنامہ ضیائے حرم کو ۱۹۸۴ء میں ایک انٹرویو میں فرمایا:

"میرے والد محترمؒ پاسبان ناموس رسالت ﷺ اور عظیم محب وطن تھے۔ میں ان کا بیٹا ہوں اور ختم نبوت ﷺ پر میرا ایمان محکم اور غیر متزلزل ہے۔ مجھے کبھی قوم نے پکارا یا ناموس رسالت ﷺ کی خاطر مجھے کسی بھی قسم کی قربانی پیش کرنا پڑی تو میں اس سے کبھی گریز نہیں کروں گا اور اپنے خاندان کے روحانی متعلقین کی اصلاح و تربیتِ قلوب کے لیے اسلاف کے طریق حیات

کی پیروی کروں گا۔ میں نے جب سے یہ ذمہ داری سنبھالی ہے اپنے آپ میں عجیب تبدیلی رونما ہوتے پا رہا ہوں۔ میں اپنی زندگی کو عشقِ رسول ﷺ میں بسر کرنا سعادت سمجھتا ہوں"۔

حضرت خطیب الاسلام رحمتہ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے تھے کہ:

"میرے طرزِ تکلم کی صلاحیت میرے تمام بیٹوں میں سے بڑے بیٹے سید خالد حسن رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچی ہے"

آپ کے والد گرامی کے اعجازِ نطق کا عکس آپ کی گفتگو میں نمایاں نظر آتا تھا۔ اکثر اوقات جب آپ دعا کرتے تو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل آپ کے ہاتھ اُٹھے رہتے اور انتہائی فصیح و بلیغ اور پُر تاثیر دعا فرماتے کہ لوگ اشک بار ہو جاتے اور محفل پر ایک وجد کا سا سماں طاری ہو جاتا۔

صوفی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ (خادم حضرت خطیب الاسلامؒ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کا وصال ہوا تو گھر کے مالی حالات کچھ مخدوش تھے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضور اِخراجات بہت زیادہ ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو جو صاحب استطاعت مریدین ہیں اُن سے مالی معاونت کے بارے میں کہا جائے؟

یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا:

"غیر اللہ پر میرا طریق نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہے اور وہی میرا حامی و ناصر ہے"۔

حاجی مختار احمد (داروغہ والا لاہور) بیان فرماتے ہیں کہ ہم میاں بیوی دونوں آپ کی زیارت کے لیے گوجرانوالہ آپ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے۔ تو آپ سادہ لباس میں ہاتھ میں کھرپہ لئے گھاس کاٹ رہے تھے۔ ہم نے جب آپ کو اس انداز میں دیکھا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ہم نے عرض کی حضور ہم خادم حاضر ہیں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

"آقائے دو جہاں ﷺ کی سنت پوری نہ کروں۔۔۔ وہ کون سا کام ہے جو میرے آقا نے اپنے ہاتھ سے نہیں کیا؟"

مختار احمد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بڑی منت سماجت کے بعد وہ کام اپنے ذمہ لیا۔ تو آپ نے ہمیں بطورِ تبرک اپنا سوٹ عطا فرمایا۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معمول کم گفتن پر عمل فرماتے۔ ہمیشہ پُر مغز گفتگو فرماتے اور لا معنی گفتگو سے پرہیز فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے:

"مرشد اور مرید کا تعلق محبت الٰہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مرید وہ ہوتا ہے جو اپنے مرشد کی اطاعت کرتا رہے اور مرشد کی گفتار و کردار پر

اعتراض نہ کرے بلکہ مرشد کے خلاف دِل میں وہم
بھی نہ آنے دے اور مرشد وہ ہے جو اپنے مرید کو
راہِ راست پر چلانے والا ہو۔''

آپ اکثر فرماتے:

''وہ پیر کیسا ہے جو اَمر بالمعروف وَنہی
عنِ المنکر کی صلاحیت نہ رکھتا ہوا۔''

آپ اپنے مریدین کو تصورِ شیخ کرنے پر زور دیتے کیونکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت اِنعکاسی ہے۔ تصورِ شیخ کی برکت سے مرید اپنے شیخ کے کمالات بہت جلد جذب کر لیتا ہے۔

آپ فرمایا کرتے

''شیخ کی صورت اور کمالات کا تصور کرنے سے دِل میں محبت مرشد پیدا ہوتی ہے۔ نسبت قوی ہوتی ہے اور قوتِ نسبت سے بے شمار برکات حاصل ہوتی ہیں۔ تصورِ شیخ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یکسوئی میسر ہو جاتی ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں کیونکہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے۔''

صوفی ناہیدالرحمان نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ موضع بھدرو، نیا لاہور ضلع فیصل آباد میں حاجی نظام دینؒ کے سالانہ عرس پاک کے موقع پر آپ تشریف لائے۔ لوگوں کا ہجوم تھا اور آپ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے کہ ایک مائی جس کی عمر تقریباً ساٹھ برس

کی تھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضور دعا فرمائیں میرا بیٹا ڈکیتی کی واردات میں جیل گیا ہوا ہے آج اس کی تاریخ پیشی ہے۔ آپ یہ سن کر جلال میں آئے اور فرمانے لگے:

''میں کہتا ہوں اللہ اسے بھرپور سزا دے
اِتنی سزا دے کہ وہ یہ برا کام چھوڑ دے۔ میں
ڈاکوؤں کیلئے دعائیں کرنے نہیں آیا۔ چلی جاؤ
یہاں سے نکل جاؤ۔''

عورت کمرے سے باہر چلی گئی اور خوفزدہ ہوگئی۔ پانچ منٹ کے بعد دوبارہ فرمانے لگے کہ اِس مائی کو بلاؤ۔ مائی جب واپس آئی تو دیکھ کر فرمانے لگے کہ جاؤ آپ کا بیٹا بَری ہو جائے گا لیکن آئندہ اس کی اصلاح کرنا۔ صبح جب واقع بَری ہو گیا تو سب کی حیرت کی اِنتہا نہ رہی۔

محمد فاضل نمبردار (چک 214 گ ب تحصیل سمندری) بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست جس کے کان میں مسلسل درد رہتا تھا بڑے بڑے سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے علاج کروانے کے باوجود افاقہ نہ ہوسکا۔ حضور سید خالد حسن شاہ قدس سرہٗ تشریف لائے تو اِس شخص نے عرض کی۔ حضور میرے کان میں شدید درد رہتا ہے۔ آپ فرمانے لگے کہ مجھے علم ہے کہ تین سال سے مسلسل آپ کے کان میں درد ہے لیکن اللہ کے فضل سے آج ختم ہو جائے گا۔ آپ کا یہ کہنا ہی تھا کہ اس کے کان کو مکمل آرام آ گیا۔ وہ شخص حیرت میں ڈوب گیا کہ آخر اِنہیں علم کیسے ہوا کہ میرے کان میں تین سال سے درد ہے۔